تصوّف کی آفاقی قدریں

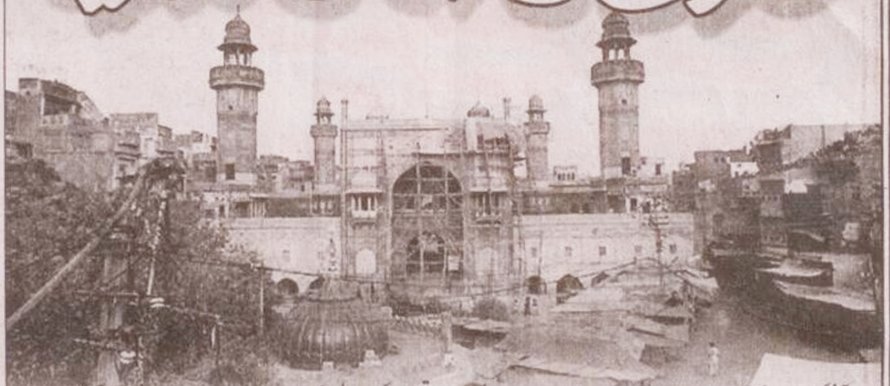

آخر کیا وجہ ہے اسمتھ رچرڈ سنز فاؤنڈیشن کے سالانہ ایک سو ملین ڈالر سے زائد بجٹ میں سے بیشتر حصہ وصول کرنے والی ''رینڈ کارپوریشن'' یہ رپورٹ مرتب کر کے امریکی حکومت کو پیش کرتی ہے اور اس کے بعد اسلامی دنیا میں کئی عشروں کے بعد ایک بار پھر ''صوفی ازم کے احیاء'' کے لیے عالمی سطح پر کوششوں کا آغاز ہوتا ہے۔ برطانیہ اپنے نو آبادیاتی دور کے عروج میں یہ فارمولا بڑی کامیابی سے آزما چکا ہے اور برصغیر میں صوفیا کی ذات سے محروم درباروں کے سجادہ نشینوں اور متولیوں کے زور پر اور سرزمین عرب میں حسین شریف مکہ جیسے مذہبی اہمیت کے حامل غدار حکمرانوں اور لارنس آف عریبیہ جیسے جعلی مذہبی راہنماؤں کے ذریعے اپنے نو آبادیاتی نظام کو استحکام فراہم کرتا رہا ہے۔ رینڈ رپورٹ میں صوفی ازم کے احیاء اور فروغ کے لیے کی گئی لمبی چوڑی پلاننگ میں سے صرف ایک پیراگراف سارے منصوبے کی پوری جزئیات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے:

Sufisarenot a readymatchfor any of the categories,but we will hereincludetheminmodernism . Sufismreprsentsan open,intellectualinterpretationof islam.Sufisminfluenceourschool curricula,norms,and culturallife should bestronglyincountriesthat haveasufitraditionthroughits poetry,musicandphilosophy, sufismhasastrongbridgerole outsideofreligiousaffiliations

یہ مختصر سا پیراگراف یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ مغرب دراصل اسلام کو بلکہ زیادہ مناسب الفاظ میں مسلمانوں کو کس شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور وہ اسلام کو اپنے لیے قابل قبول صورت میں ڈھالنے کے اسے صوفی ازم کے نام پر بالکل نیا رنگ دینا چاہتا ہے۔ اس میں مغرب صوفی ازم کے نام پر مذہب سے بالاتر ہو کر نصاب، روایات اور ثقافتی بنیادوں پر شاعری، موسیقی اور فلسفے کے ذریعے اسلام سے اپنا تعلق قائم کرنا چاہتا ہے لیکن جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں یوں ہوا کہ روشن خیال اعتدال پسندوں نے of outside affiliationsReligious کو لادینیت یعنی سیکولرازم سمجھ کر صوفی ازم اور لادینیت کو ہم معانی مترادفات قرار دے دیا۔

جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں صوفی ازم کسی صوفی کی غیر موجودگی میں محض ایک ایسا خانقاہی نظام ہے جسے پہلے نوآبادیاتی نظام کی مضبوطی کے لیے اور اب نو تشکیل شدہ استعماری نظام کی مضبوطی کے لیے استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا آزمودہ نسخہ ہے جسے برصغیر میں قریب ڈیڑھ سو برس قبل نہایت ہی کامیابی سے آزمایا جا چکا ہے اور اس وقت ملک عزیز کی سیاست میں روشن بہت سے درخشاں ستارے اپنی ان جاگیروں کے بل پر صاحب ثروت اور مقتدر روز ورآور ہیں جو انہیں انگریزوں نے شمع آزادی کے پروانوں کو جلا کر خاکستر کرنے کے عوضانے میں بخشش کی تھیں۔

خالد مسعود خان

10 جون 1857ء کو ملتان چھاؤنی میں پلاٹون نمبر 69 کو بغاوت کے شبہے میں نہتا کیا گیا اور پلاٹون کمانڈر کو بمعہ دس سپاہیوں کے توپ کے آگے رکھ کر اڑا دیا گیا۔ آخر جون میں بقیہ نہتی پلاٹون کو شبہ ہوا کہ انہیں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں فارغ کیا جائے گا اور انہیں تھوڑا تھوڑا کر کے تہہ تیغ کیا جائے گا۔ سپاہیوں نے بغاوت کر دی تقریباً بارہ سو سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے والے مجاہدین کو شہر اور چھاؤنی کے درمیان واقع پل شوالہ پر دربار بہاء الدین زکریا کے سجادہ نشین مخدوم شاہ محمود قریشی نے انگریزی فوج کی قیادت میں اپنے مریدوں کے ہمراہ گھیرے میں لے لیا اور تین سو کے لگ بھگ نہتے مجاہدین کو شہید کر دیا۔ یہ مخدوم شاہ محمود قریشی ہمارے موجودہ وزیر خارجہ مخدوم شاہ محمود قریشی کے لکڑ دادا تھے اور ان کا نام انہی کے حوالے سے رکھا گیا تھا۔ کچھ باغی دریائے چناب کے کنارے شہر سے باہر نکل رہے تھے کہ انہیں دربار شیر شاہ کے سجادہ نشین مخدوم شاہ علی محمد نے اپنے مریدوں کے ہمراہ گھیر لیا اور ان کا قتل عام کیا مجاہدین نے اس قتل عام سے بچنے کے لیے دریا میں چھلانگیں لگا دیں کچھ لوگ دریا میں ڈوب کر جاں بحق ہو گئے اور کچھ لوگ پار پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پار پہنچ جانے والوں کو سید سلطان احمد قتال بخاری کے سجادہ نشین دیوان آف جلالپور پیر والہ نے اپنے مریدوں کی مدد سے شہید کر دیا۔ جلالپور پیر والہ کے موجودہ ایم این اے دیوان عاشق بخاری انہی کی آل میں سے ہیں۔

مجاہدین کی ایک ٹولی شمال میں حویلی کورنگا کی طرف نکل گئی جسے مہر شاہ آف حویلی کورنگا نے اپنے مریدوں اور لنگڑیال، ہراج، سرگانہ، ترگڑ سرداروں کے ہمراہ گھیر لیا اور چن چن کر شہید کیا۔ مہر شاہ آف حویلی کورنگا سید فخر امام کے پڑدادا کا سگا بھائی تھا۔ اسے اس قتل عام میں فی مجاہد شہید کرنے پر بیس روپے نقد یا ایک مربع اراضی عطا کی گئی۔ مخدوم شاہ محمود قریشی کو 1857ء کی جنگ آزادی کے کچلنے میں انگریزوں کی مدد کے عوض مبلغ تین ہزار روپے نقد، جاگیر سالانہ معاوضہ مبلغ ایک ہزار سات سو اسی روپے اور آٹھ چاہات جن کی سالانہ جمع ساڑھے پانچ سو روپے تھی بطور معافی دوام عطا ہوئی مزید یہ کہ 1860ء میں وائسرائے ہند نے بیگی والا باغ عطا کیا۔ مخدوم آف شیر شاہ مخدوم شاہ علی محمد کو دریائے چناب کے کنارے مجاہدین کو شہید کرنے کے عوض وسیع جاگیر عطا کی گئی۔

حویلی کورنگا کے معرکے میں بظاہر سارے مجاہدین مارے گئے مگر علاقے میں آزادی کی شمع روشن کر گئے۔ حویلی کورنگا کی لڑائی کے نتیجے میں جگہ جگہ بغاوت پھوٹ پڑی اور حویلی کورنگا، قتال پور سے لیکر ساہیوال بلکہ اوکاڑہ تک کا علاقہ خصوصاً دریائے راوی کے کنارے بسنے والے مقامی جانگلیوں کی ایک بڑی تعداد اس تحریک آزادی میں شامل ہو گئی۔ جانگلی علاقے میں اس بغاوت کا سرخیل رائے احمد خان کھرل تھا جو گوگیرہ کے نواحی قصبہ جھامرہ کا بڑا زمیندار اور کھرل قبیلے کا سردار تھا احمد خان کھرل کے ہمراہ مراد فتیانہ، شجاع بھدرو، موکھا وہنی وال اور سارنگ جیسے مقامی سردار اور زمیندار تھے۔

مورخہ 16 ستمبر 1857ء کو رات گیارہ بجے سرفراز کھرل نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال بمقام گوگیرہ کو احمد خان کھرل کی مخبری کی مورخہ اکیس ستمبر 1857 کو راوی کے کنارے ''دلے دی ڈل'' میں اسی سال احمد خان کھرل پر جب حملہ ہوا تو وہ عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس حملے میں انگریزی فوج کے ہمراہ مخدوموں، سیدوں، سجادہ نشینوں اور دیوانوں کی ایک فوج ظفر موج تھی جس میں دربار سید یوسف گردیز کا سجادہ نشین سید مراد شاہ گردیزی دربار بہاء [illegible] الدین زکریا کا سجادہ نشین مخدوم شاہ محمود قریشی، دربار فرید الدین گنج شکر کا گدی نشین مخدوم آف پاکپتن، مراد شاہ آف ڈولا بالا، سردار شاہ آف کھنڈا اور گلاب علی چشتی آف ٹبی لال بیگ کے علاوہ بھی کئی مخادیم و سجادہ نشین شامل تھے۔ احمد خان کھرل اور سارنگ شہید ہوئے۔ انگریز احمد خان کھرل کا سر کاٹ کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ احمد خان کھرل کے قصبہ جھامرہ کو پیوند خاک کرنے کے بعد آگ لگا دی گئی۔ فصلیں جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ تمام مال مویشی ضبط کر لیے گئے دیگر سرداروں کو سزا کے طور پر بعبور دریائے شور یعنی کالا پانی بھجوا دیا گیا۔ اس طرح جانگلی علاقے کی تحریک آزادی مخدوموں، سرداروں، وڈیروں اور گدی نشینوں کی مدد سے دبا دی گئی اس کے بعد دریائے راوی کے کنارے اس علاقے کے بارے میں راوی چین لکھتا ہے۔

صوفی ازم کے فروغ کے لیے موجودہ کوششیں اس سلسلے کی دوسری کڑی ہیں اس سے قبل جنرل پرویز مشرف کے روشن خیال دور میں اس کی پہلی قسط نشر ہوئی تھی اور ایک صوفی کونسل تشکیل دی گئی جس میں چیف صوفی کا درجہ جناب چوہدری شجاعت حسین کو عطا کیا گیا تھا۔ میں نے تب اپنے ایک دوست سے اس انتخاب کی وجہ دریافت کی تو تصوف کی رمزوں سے آگاہ وہ دوست کہنے لگا کہ صوفی اپنے دل کا حال اور کیفیت دوسروں پر بیان نہیں کر سکتا۔ بس صوفی اور چوہدری شجاعت کے درمیان یہی ایک قدر مشترک ہے جس کی بنا پر انہیں چیف صوفی بنا دیا گیا ہے۔

جہاں اس وقت مغربی دنیا میں پیارے نبی کی شان میں گستاخانہ خاکے چھاپے جا رہے ہیں۔ حجاب پر پابندی عائد کی جا رہی ہے، ہر داڑھی والے کو دہشت گرد سمجھا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بے روک ٹوک مارا جا رہا ہے وہاں اچانک ہی امریکا بہادر اور مغرب کے دل میں صوفی ازم کی محبت کا جاگنا کوئی ایسا پیچیدہ معاملہ نہیں جو قابل فہم نہ ہو۔ ایک طرف یہ عالم ہے سوئٹزرلینڈ میں جہاں پورے ملک میں گنتی کی مساجد ہیں اور ان میں سے بھی صرف تین مساجد کے مینار ہیں حکومت نے مساجد کے میناروں کی تعمیر پر پابندی لگا دی ہے دوسری طرف مغرب کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ وہ درباروں کی تزئین و آرائش اور تعمیر و مرمت کے لیے کروڑوں روپے براہ راست سجادہ نشینوں کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ ملتان میں دربار شاہ شمس سبزواری اور سخی سرور میں دربار سخی سرور کے لیے لاکھوں ڈالر کا عطیہ دے رہے ہیں۔ امریکی اور برطانوی سفارت کاروں کے ذریعے دیے جانے والے یہ عطیات مغرب کی دوہری پالیسیاں واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اگر صوفی ازم لمحہ موجود میں پیار، محبت، امن و آشتی، رواداری اور تحمل کا سب سے موثر ذریعہ ہے تو اس وقت اس کی ہم سے زیادہ ضرورت مغرب اور بالخصوص امریکا کو ہے جو ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکنے سے لیکر افغانستان اور عراق پر ڈیزی کٹر بموں کے ساتھ کارپٹ بمباری کرنے والا دنیا کا واحد ملک ہے اور جو درجنوں ممالک کی سلامتی پامال کرنے سے لیکر سی آئی اے کے ذریعے لاتعداد ممالک کی حکومتوں کا تختہ الٹنے کا ذمہ دار ہے اور جو اپنی سلامتی کے نام پر دنیا بھر میں لاکھوں بے گناہوں کے قتل عام سے لیکر اپنے مخالفین کی ٹارگٹ کلنگ کا مرتکب ہے اور جو نام نہاد دہشت گردی کے نام پر دنیا بھر میں سب سے زیادہ دہشت گردی کرنے سے لیکر ہر چوتھے دن ایک آزاد، خود مختار لیکن عزت و آبرو اور حمیت سے عاری حکمرانوں کے دیس پر ڈرون حملوں کے ذریعے مقامی دہشت گردوں کو خود کش حملوں کا جواز فراہم کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تصوف کی آفاقی قدریں اگر وہ اس وقت واقعی موجود ہیں تو ان کے احیاء کی اس مہم کا مرکز امریکا اور دائرہ کار مغرب ہونا چاہیے کیونکہ فی الوقت انہیں ہماری نسبت پیار، محبت، برداشت، تحمل اور رواداری کی ہم سے کہیں زیادہ ضرورت ہے ہم تو اس وقت خود مظلومیت، کسمپرسی، برداشت اور تحمل کی آخری سطح سے بھی کہیں نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')